جناب غلام احمد صاحب حریری

قرآن میں خلفائے راشدین کی مدح و توصیف

علامہ حریری علم و ادب میں بہت اونچا مقام رکھتے ہیں۔ موصوف کے علم میں جتنی گہرائی اور گیرائی ہے۔ اتنی ان میں سادگی اور فاضلانہ فروتنی بھی ہے۔ علامہ موصوف نے مضمون قرآن میں خلفاءِ راشدین کی مدح و توصیف" لکھ کر خلفائے راشدین کی صداقت اور منقبت کے اثبات کے لیے جو اسلوب اختیار فرمایا ہے۔ وہ بالکل اچھوتا اور خاصہ علمی ہے۔ جو علامہ محترم کی ندرتِ فکر کا آئینہ دار ہے۔ افسوس! یہ پچھلے پرچہ میں بوجوہ شائع نہ ہو سکا۔ جس کی بعد میں مجھے اطلاع ملی۔ امید ہے قارئین علامہ حریری کا یہ قلمی اور علمی شاہکار پڑھ کر ضرور محظوظ ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

(ایڈیٹر عزیز زبیدی)

کوئی سیاسی لیڈر ہو یا دینی رہنما و پیشوا اس کے مشن کی کامیابی کا مدار و انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس نے کس قسم کے لوگ پیدا کئے۔ اگر اس کے زیرِ اثر ایسے لوگ پروان چڑھے جو ہمہ تن اخلاص تھے اور خود اسی طرح اس کے مشن کے ساتھ محبت رکھنے والے اس کی خاطر جان و مال قربان کرنے والے تھے تو یہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ لیڈر بڑی حد تک کامیاب ہوا اور اس کا نصب العین اتمام پذیر ہوا۔ اور اگر خدانخواستہ معاملہ برعکس ہے۔ تو اس سے اس لیڈر کی اپنے نصب العین میں ناکامی اور اپنے مشن میں نامرادی کھل کر سامنے آتی ہے۔ اسی ضمن میں کہا جاتا ہے کہ "درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے"۔

اگر کوئی شخص سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معیار پر پرکھنا چاہیے تو وہ آپ کو ایسا کامیاب مصلح و رہنما پائے گا کہ اس میدان میں دوسرا کوئی رہنما آپ کی گرد کو بھی نہیں چھو سکتا۔ اللہ تعالے نے آپ کو ایسے عقیدت مند رفقاء عطا کئے۔ جو کسی لیڈر کو تو کیا کسی دوسرے رسول اور نبی کو میسر نہ آئے۔ حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے عظیم انسان رسول کو بھی نہ ہوئے جب انہوں نے اپنے معتقدین کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا تو وہ بھلا بول اٹھے۔

"فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ" (المائدۃ ۔ ۲۴)

"پس تو اور تمہارا رب جاکر لڑو ہم تو یہیں بیٹھیں گے"۔

اس کے عین برعکس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب آپ کی محبت کی دولت سے مالامال ہوئے تو انہوں نے اپنی ساری طاقت آپ کی اطاعت میں صرف کر دی۔ اس کی بہترین مثال سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جو انہوں نے اپنی اور انصار کی جانب سے غزوۂ بدر سے پہلے کہا تھا۔

میں انصار کی طرف سے شرح صدر کے ساتھ کہتا ہوں اور ان کی جانب سے جواب بھی دیتا ہوں کہ آپ جہاں چاہیں مقیم ہوں۔ ہمارے مال و دولت میں سے جو چاہیں لے لیں اور جو چاہیں دے دیں۔ جو کچھ کہ آپ ہم سے لے لیں گے وہ اس سے زیادہ محبوب ہوگا جو آپ چھوڑ دیں گے۔ اور جس بارے میں جو کچھ حکم دیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ بخدا اگر آپ برکِ غمداق (ایک مقام کا نام) تک چلے جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ چل پڑیں گے۔ خدا کی قسم اگر آپ سمندر میں گھوڑا ڈال دیں گے تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے، (زاد المعاد ج ۲ ص ۱۲۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی شان میں فرمایا تھا۔

"جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے وہ فوت شدگان کی راہ پر چلے۔ اس لیے کہ زندہ شخص فتنے سے محفوظ نہیں ہوتا وہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں۔ وہ اس امت میں سب سے افضل تھے۔ ان کے دل نیک تھے۔ اُن کا علم عمیق تھا۔ ان میں تکلفات بہت کم تھے۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں اپنے نبی کی رفاقت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے پسند فرمایا۔ ان کی فضیلت کو پہچانو۔ ان کے آثار کی پیروی کرو اور جہاں تک ممکن ہو اُن کے عادات و اخلاق کو مضبوط پکڑو۔ یقیناً وہ صراطِ مستقیم کے سالک تھے۔" (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ اتنا مختصر نہیں کہ ان کا احاطہ اس مختصر مقالہ میں کیا جا سکے بلکہ سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے اس وقت ہمارے پیشِ نظر عام صحابہ کی مدح و توصیف نہیں بلکہ خلفائے راشدین کا ذکر یہاں مقصود ہے اور وہ بھی قرآن کے دائرہ میں محدود رہ کر۔ قرآن کریم میں صحابہ سے متعلق دو قسم کی آیات ہیں۔ ایک قسم کی آیات تو وہ ہیں جن میں علی العموم جمیع صحابہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور وہ کسی ایک صحابی سے متعلق نہیں ہیں۔ تاہم ان میں خلفائے

راشدین بہ طریق اول شامل ہیں۔ اس لیے کہ جب صحابہ کی مدح و توصیف عمومی طور پر کی جائے تو خلفائے راشدین اپنے خصوصی مرتبہ و مقام کے پیشِ نظر اس میں از خود شامل ہو جاتے ہیں۔ اسلیئے کہ آیت میں صحابہ کی زندگی کے جس پہلو کی بنا پر ان کو مدح و توصیف کا اہل گردانا گیا ہے وہ وصف خلفائے راشدین میں بدرجۂ اولی پایا جاتا ہے۔ دوسری قسم کی آیات وہ ہیں جو بطور خاص خلفائے راشدین سے متعلق ہیں۔ اگرچہ کسی آیت میں بھی ان کا نام لے کر ان کی مدح و ثنا نہیں کی گئی تاہم آیت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کتبِ حدیث و تفسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاروں خلفاء میں سے کسی ایک خلیفہ کی زندگی سے متعلق ضرور ہے۔ اور وہ آیت خاص اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئی۔

ہر دو قسم کی آیات ذکر کرنے سے قبل ہم ان آیات کو پیش کرتے ہیں۔ جن میں خلافتِ راشدہ کے بارے میں خداوندی وعدہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

خلافتِ راشدہ کے متعلق خداوندی وعدے: اللہ نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تم بہت سی غنیمتیں حاصل کرو گے تو اس نے یہ غنیمت (یعنی غنیمت خیبر) تو جلد ہی تمہیں عطا کر دی۔ اور لوگوں کے دستِ تعدی کو تم سے روک دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ واقعات تمام مومنین کے لیے (صداقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک) نشانی ہو اور اللہ تم کو صراطِ مستقیم پر چلاتا رہے اور (اے مومنو) اس غنیمت کے علاوہ ابھی اور بہت سی غنیمتیں بھی ملنے والی ہیں جن پر فی الحال تم قدرت نہیں رکھتے۔ لیکن یقیناً اللہ نے ان غنیمتوں کو تمہارے لیے مقدر کر رکھا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (الفتح ۲۰، ۲۱)

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے بہت سی غنیمتوں کا وعدہ فرمایا اور یہ وہی غنیمتیں ہیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حاصل ہوئیں۔ لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں کی خلافت و حکومت اللہ تعالےٰ کی پسندیدہ حکومت تھی۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب دورِ خلافت میں مالِ غنیمت کے حصول کے وعدے کو پورا کیا۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ تمام جنگیں جو ان خلفاء کے زمانہ میں لڑی گئیں اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اللہ تعالےٰ ان جنگوں میں حاصل شدہ اموال کا مالِ غنیمت میں شمار نہ کرتا اور نہ ان کی خوشخبری دیتا۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ خلفاء جن کی خلافت کی طرف اللہ تعالےٰ نے اشارہ فرما کر ان کی خلافت کو اپنے وفائے عہد کے لیے منتخب فرمایا۔

ارشاد فرمایا "فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ" اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔ (النساء ۹۴)

سوال یہ ہے کہ یہ وعدۂ خداوندی کب پورا ہوا؟ کس کے عہدِ خلافت میں پورا ہوا؟ وہ کونسا عہد تھا جس میں غنیمتوں کے انبار لگے؟ جن خلافتوں کے دور میں یہ وعدہ پورا ہوا کیا وہ خلافتیں اللہ کی پسندیدہ خلافتیں نہیں تھیں؟ پھر یہ کہ جن جنگوں کے نتیجہ میں یہ غنیمتیں حاصل ہوئیں وہ جنگیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ نہیں تھیں؟ پس معلوم ہوا کہ وہ خلافتیں بھی برحق اور وہ جنگیں بھی برحق۔

قرآن عزیز میں فرمایا۔

اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیتے رہے وعدہ کر لیا ہے کہ انہیں زمین میں خلافتِ عطاء فرمائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو خلافت عطا کی تھی۔ اور اللہ کا یہ بھی وعدہ ہے کہ، اُن کے اس دین کو جس کو اللہ نے ان کے لیے پسند کر لیا ہے مستحکم و پائیدار کر دے گا۔ اور خوف کے بعد ان کو امن نصیب فرمائے گا۔ یہ لوگ صرف میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو شخص اس خوشخبری کے بعد بھی کفر کرے تو بس ایسے ہی لوگ تو فاسق ہوتے ہیں۔ (النور - ۵۵)

اس آیت میں صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جو اُن میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسول کے کامل متبع ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کو زمین کی حکومت عطا کی جائے گی اور جو دین اسلام اللہ کو پسند ہے ان کے ہاتھوں سے دنیا میں اس کو قائم کرے گا۔ لفظ استخلاف سے اشارہ کیا کہ وہ لوگ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہوں گے۔ بلکہ پیغمبر کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے۔ اور دینِ حق کی بنیادیں جمائیں گے اور بحر و بر میں اس کا سکہ بٹھلا دیں گے۔ اس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کرے گا۔ وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہیں گے۔ دنیا میں امن و امان کا دور دورہ ہو گا۔ ان مقبول بندوں کی خصوصیت یہ ہو گی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کریں گے۔ جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہو گی۔ صرف ایک خدا کے غلام ہوں گے۔ اسی سے ڈریں گے، اسی سے امید رکھیں گے۔ اسی پر بھروسہ کریں گے اسی کی رضا میں ان کا جینا اور مرنا ہو گا۔ (تفسیر عثمانی)

یہ وعدۂ الٰہی پورا ہوا اور ضرور پورا ہوا۔ یقیناً وہ لوگ اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ جن کے حق میں یہ وعدۂ الٰہی پورا ہوا۔ یقیناً وہ لوگ جن کو خلافتِ ملی مومن تھے، صالح تھے، ورنہ وعدہ پورا نہ ہوتا۔ جناب نے محسوس کیا ہو گا کہ ان خلفاء کے ذریعہ سے ایک مستحکم حکومت قائم ہوئی اور اللہ کا قانون صدیوں تک نافذ رہا۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ یہ تمام خلفاء دیندار اور دین کے

سچے خادم تھے۔ اُن کے زمانہ میں دین مستحکم تھا۔ ایک دن رسول اللہ صاحب نے حضرت عدی رضؓ بن حاتم طائیؓ سے فرمایا عنقریب قافلے مکہ سے مدینہ تک بغیر کسی حافظ کے جائیں گے۔ حیرہ کے شہر سے ایک عورت روانہ ہوگی وہ مکہ پہنچ کر کعبہ کا طواف کرے گی۔ راستہ میں اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرتی ہے اور اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری کتاب الزکاۃ)

اللہ تعالےٰ نے مذکورہ صدر آیت میں مکمل امن وامان کی خبر دی گئی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل امن و امان کی پیشین گوئی فرما کر اس کا انتہائی تابناک واقعہ بیان کر دیا تھا یہ امن و امان قائم ہوا اور اس دور میں ہوا جس دور میں خلافت راشدہ قائم تھی۔ حضرت عدی نے اس زمانہ کو پایا اور امن وامان بھی اس پیشین گوئی کی صداقت کو بچشم خود ملاحظہ ہو فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسریٰ فنا ہو جائے گا تو پھر اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر فنا ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور ان دونوں کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کروگے۔ (صحیح بخاری کتاب فرض الخمس وصحیح مسلم کتاب الفتن)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی بھی حرف بحرف پوری ہوئی۔ تاریخ شاہد ہے کہ قیصر و کسریٰ کی حکومت ختم ہونے کے بعد دوبارہ ان کی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں جہاد ہوا۔ اور ان دونوں حکومتوں کے تختے الٹ دیئے گئے۔ اور ان کے خزانے دارالخلافہ میں لائے گئے۔ مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ خلافتیں اللہ تعالےٰ کی پسندیدہ خلافتیں تھیں اور انہی خلافتوں کو اللہ تعالےٰ نے اپنے ایفائے عہد کے لیے منتخب کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کی بزرگی بیان کرتے تو سب سے بہتر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سمجھتے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ، کو، پھر عثمان رضی اللہ عنہ، کو، (صحیح بخاری ابواب المناقب باب فضل ابی بکر)

صحابہ کے فضائل قرآن میں :- صحابہ کی فضیلت میں وارشدہ قرآنی آیات میں سے چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔ ارشاد فرمایا :-

لیکن اللہ نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں زینت بخشی، کفر، گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کیا ایسے ہی لوگ تو راہِ ہدایت پر ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کا فضل اور اس کا انعام ہے، اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔ (الحجرات ۷، ۸)

سورۃ الحجرات مدنی سورت ہے لہٰذا اس آیت میں تمام مہاجرین و انصار شامل ہیں۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت عمار، حضرت طلحہ حضرت زبیر، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم۔

اس آیتِ کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ ان صحابہ کرام نے جو کچھ کیا اُس میں اخلاص تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انہوں نے کبھی ارادہ تک نہیں کیا۔ قرآن میں فرمایا

"یقیناً اللہ تعالےٰ مومنین سے راضی ہوگیا جب کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ اللہ کو ان کے دل کا حال معلوم ہے۔ اللہ نے ان پر سکون نازل فرمایا اور انہیں فتح قریب عنایت کی" (الفتح - ۱۸)

اس آیت میں ان صحابہ کا ذکر فرمایا جنہوں نے حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ صحیح بخاری و مسلم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بیت کرنے والوں میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم شامل ہیں و حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس بیعت میں شامل ہیں اور ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو ان کا ہاتھ قرار دیا۔ غرض یہ کہ ان صحابۂ کبار سے یقیناً اللہ تعالےٰ راضی ہے اور یہ رضا مندی ان کے دلوں کی کیفیت کی بناء پر ہے جس کا اللہ تعالےٰ کو بخوبی علم تھا۔ اگر ان کے دل میں ذرا بھی کھوٹ ہوتا تو اللہ تعالےٰ کبھی بھی ان سے راضی نہ ہوتا۔

اس آیت کی روشنی میں ہر مسلم کا یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ جو صحابہ بیعت میں شریک تھے انہوں نے سیاست میں جو کچھ کیا وہ سب خلوص اور نیک نیتی پر مبنی تھا۔ مکر و فریب کو اس میں ذرہ بھر دخل نہیں تھا۔ اللہ تعالےٰ کا ان سے راضی ہونا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ ان لوگوں کی موت ایمانِ اخلاص پر واقع ہوئی۔

قرآن میں فرمایا:۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ جو لوگ ہیں وہ ایسے ہیں کہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رحیم ہیں (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ دیکھتے ہیں کہ وہ اللہ کے سامنے کبھی رکوع میں ہوتے ہیں اور کبھی سجدہ میں۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طالب ہوتے ہیں" (الفتح - ۲۹)

یہ آیتِ کریمہ اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے کہ صحابہ کرام ہر کام میں اور ہر حالت میں اللہ تعالےٰ

کی رضا کے طالب تھے۔ لہٰذا انہوں نے جو کام بھی کئے وہ خلوص پر مبنی تھے اور ان میں سے کسی میں دنیاداری، مکاری اور بددیانتی نام کو بھی نہیں تھی۔ کیا اس آیت کی روشنی میں کوئی مومن یہ کبھی سوچ بھی سکتا ہے کہ فلاں صحابی غاصب تھا، دنیوی مفاد کی خاطر جھوٹ بولتا تھا۔ خوشامد کرتا تھا یا غلط مشورے دیتا تھا۔ ان لوگوں کے متعلق ایسی بدگمانی کرنا اس آیت کے انکار کا مستلزم ہے

ارشاد فرمایا:۔

جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے اللہ کے راستہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے فتح (مکہ) کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا۔ فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے ان لوگوں سے درجہ میں بلند ہیں۔ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خرچ کیا۔ اور جہاد کیا ویسے اللہ کا ان دونوں جماعتوں سے اچھا وعدہ ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ (الحدید ۱۰)

اس آیت میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت خالد، حضرت طلحہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی فضیلت بیان فرمائی۔ کیونکہ یہ سب لوگ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور جان و مال سے جہاد کرتے رہے تھے۔ دوسرے لوگ جو فتح مکہ کے موقع پر یا فتح مکہ کے بعد ایمان لائے۔ اگرچہ درجہ میں کم ضرور ہیں لیکن اللہ تعالےٰ ان سے بھی خوش ہے اور ان کو جنت کی بشارت دے رہا ہے کیا ایسے لوگوں سے جن سے اللہ تعالےٰ خوش ہے۔ بغض رکھنا کسی مومن کے شایانِ شان ہو سکتا ہے؟

قرآن میں فرمایا۔

یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کا ذکر کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن (خوف و دہشت کی وجہ سے) دل اُلٹ جائیں گے اور آنکھیں پھیری کی پھیری رہ جائیں گی" (النور - ۳۷)

اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کو مال کی خواہش اللہ کی فرمانبرداری سے نہیں روکتی وہ اللہ کے راستہ میں زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں۔ دنیوی مال و متاع کی کوئی طمع ان میں نہیں پائی جاتی جو انہیں ادائیگی زکوٰۃ سے روکے اور بخل پر آمادہ کرے۔

ارشاد فرمایا:۔

جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی وہ مہاجرین ہوں یا انصار اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سب سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے

لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ۔ وہ ان باغات میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (التوبہ)
ایمان میں سبقت کرنے والے مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم اور مدینہ منورہ کے اکثر انصار یہ سب ایسے لوگ ہیں کہ اللہ تعالےٰ ان سے خوش ہے اور نہ صرف ان سے خوش ہے بلکہ ان کی پیروی کرنے والوں سے بھی خوش ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ کسی شخص سے جب ہی خوش ہوتا ہے ۔ جب اس کا انجام بخیر ہو۔ اگر کسی شخص کا انجام اچھا نہ ہو تو اللہ اس سے خوش نہیں ہوتا۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر و عمر کے دورِ حکومت میں ان سے ایسا کوئی کام سرزد نہیں ہوا۔ جو نیک نیتی اور اخلاص پر مبنی نہ ہو ورنہ اللہ ایسے لوگوں سے خوش نہ ہوتا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سب سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر ان کے بعد ہیں، پھر ان کے بعد ہیں۔
(صحیح بخاری ابواب المناقب و صحیح مسلم باب فضل الصحابۃ)

میرے صحابہ میری امت کے لیے امان ہیں ۔ جب میرے صحابہ ختم ہو جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آجائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے ۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل)

عمومی مدح صحابہ کے بارے میں چند آیات کے ذکر و بیان پر اکتفاء کر رہا ہوں ورنہ بکثرت آیات اس موضوع پر مشتمل ہیں اب وہ آیات پیش کی جاتی ہیں ۔ جو انفرادی طور پر چاروں خلفاءِ عظام سے متعلق ہیں ذکرِ صدیق قرآن میں :- جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوتِ عام شروع کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی نبوت کے تیرہ سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم ملا۔ ضروری تیاری کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اپنی سواریوں پر روانہ ہو گئے اور غارِ ثور میں جا کر چھپ گئے ۔ رسول اللہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اس غار میں تین رات رہے ۔ یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری چٹان ہے جس میں داخل ہونے کا صرف ایک ہی راستہ تھا۔ وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں داخل نہیں ہو سکتا ۔ صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے اندر جا کر اسے صاف کیا۔ سب سوراخ کپڑے سے بند کیے کہ کوئی کیڑا کانٹا گزند نہ پہنچا سکے ۔ ایک سوراخ باقی تھا اس میں اپنا پاؤں رکھ دیا۔ سب انتظام کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کو کہا ۔ آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ، کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت

فرمار ہے تھے کہ سانپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پاؤں ڈس لیا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پاؤں کو حرکت نہ دیتے تھے مبادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل پڑے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی اور واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے لعاب مبارک صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو لگا دیا۔ جس سے فوراً شفا ہو گئی۔ اُدھر کفار کھوجی کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ اس نے غارِ ثور تک نشانِ قدم کی شناخت کی۔ خدا کی قدرت کہ غارِ ثور کے دروازہ پر مکڑی نے جالا تن لیا اور جنگلی کبوتر نے انڈے دے دیئے۔ یہ دیکھ کر کفار نے کھوجی کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ اگر اندر کوئی داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح وسالم رہ سکتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اندر سے کفار کے پاؤں نظر آتے تھے۔ انہیں فکر تھی کہ جان سے زیادہ محبوب جس کے لیے سب کچھ فدا کر چکے ہیں۔ دشمنوں کو نظر نہ پڑ جائیں۔ گھبرا کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر کی تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تیرا کیا خیال ہے اُن دو کی نسبت جن کا تیسرا اللہ ہے۔ یعنی جب اللہ ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ نے ایک خاص قسم کی کیفیت سکون واطمینان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اور آپ کی برکت سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قلبِ مقدس پر نازل فرمائی اور فرشتوں کی فوج سے دونوں کی حفاظت فرمائی۔ یہ اسی تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا بڑے بڑے مضبوط ومستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعۂ تحفظ بن گیا۔ (تفسیر عثمانی وصحیح بخاری باب الہجرۃ)

اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ ان کا مددگار ہے۔ (وہ وقت تم کو یاد ہوگا) جب ان کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا۔ اس وقت دو ہی شخص تھے۔ جب وہ دونوں غار میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے ان پر تسکین نازل فرمائی اور ان کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔ اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی کی بلند ہے۔ اور اللہ زبردست اور حکمت والا ہے (التوبۃ ۔ ۴۰)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد میں شریک تھے۔ ابوسفیان جب اُحد سے مکہ کو واپس گیا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہم نے بڑی غلطی کی شکست خوردہ مسلمانوں کو یونہی چھوڑ کر چلے آئے۔ بہتر

یہ ہوگا کہ پھر مدینہ واپس جاکر ان کا قصہ تمام کردیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو اعلان فرمادیا کہ جو لوگ کل ہمارے ساتھ لڑائی میں موجود تھے۔ آج دشمن کا تعاقب کرنے کے لیے تیار ہوجائیں۔ مسلم مجاہدین تازہ زخم خوردہ تھے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر نکل پڑے۔ آپ ان مجاہدین کو لے کر مقام حمراء الاسد تک جو مدینہ سے آٹھ میل ہے پہنچ گئے۔ ابوسفیان کے دل میں یہ سن کر کہ مسلمان اس کے تعاقب میں چلے آرہے ہیں سخت دہشت طاری ہوگئی۔ دوبارہ حملے کا ارادہ ترک کرکے مکہ کی طرف بھاگا۔ تعاقب کرنے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ بھی شامل تھے۔ ان تعاقب کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا (صحیح مسلم باب فضائل الصحابۃ)

جن لوگوں نے زخمی ہونے کے باوجود اللہ اور رسول کی آواز پر لبیک کہا۔ اور کفّار کا تعاقب ان میں سے نیکی کرنے والوں اور پرہیزکرنے والوں کے لیے بڑا اجر ہے" (آل عمران - ۱۷۲)

غزوۂ مُریسیع سے لوٹتے وقت منافقین نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی۔ بعض مسلمان بھی نادانی میں اس میں شریک ہوگئے ان میں سے ایک مِسطح تھے جو ایک مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے بھانجے تھے۔ اس واقعہ سے پہلے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہٗ ان کی مالی امداد کیا کرتے تھے۔ جب یہ قصہ ختم ہوا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ کی براءت آسمان سے نازل ہوچکی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطح کی امداد نہ کروں گا۔ تب مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔ اس آیت میں فرمایا کہ جن کو اللہ تعالےٰ نے بزرگی۔ اور مالی فارغ البالی عطا کی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ جوانمردی تو یہی ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو۔ اس کا کفارہ ادا کرو۔ احادیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ نے جب سنا" اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ۔ (کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے ،تو فوراً بول اُٹھے" بَلٰی وَرَبَّنَا اِنَّا نُحِبُّ" (بے شک اے پروردگا ہم ضرور چاہتے ہیں) یہ کہہ کر مسطح کی امداد نہ صرف جاری کردی بلکہ پہلے سے دُگنی کردی۔ تفسیر ابن کثیر و صحیح بخاری کتاب المغازی)

اس موقع پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اہلِ فضل اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں، محتاجوں اور ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہ دیں گے۔ ان کو چاہیے کہ معاف کردیں۔ اے ایمان والو! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ

تم کو بخش دے، اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (النور - ۲۲)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کو مغفرتِ الٰہی کا اہل ثابت کر دیا اور مغفرت کی شرط کو پورا کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت و مغفرت پر یہ ایک کھلی دلیل ہے۔

رسول کریمؐ کی وفات اور حضرت ابوبکر کی استقامت: جس وقت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے مکان پر تھے جو مقام سُنح میں واقع تھا۔ خبر ہوتے ہی وہ گھوڑے پر سوار ہو کر سیدھے مسجد میں گئے۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں داخل ہوئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک کھولا اور آپ کا بوسہ لیا پھر رونے لگے اور فرمایا "میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے نبی! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہ کرے گا۔ سوائے اس موت کے جو اللہ نے آپ کے لیے لکھ دی تھی۔ اور وہ آپ کو حاصل ہو چکی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی اور موت دونوں حالتوں میں پاکیزہ ہیں

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ باہر تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ اللہ کی قسم، اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر زندہ کرے گا اور آپ (منافقین) لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس عقیدہ کی تردید گھر کے اندر ہی کر دی تھی۔ باہر آکر انہوں نے کہا" اے قسم کھانے والے بیٹھ جاؤ" حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا" اما بعد تم میں سے جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو وہ جان لے کہ بے شک اللہ زندہ ہے۔ اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

(صحیح بخاری باب مناقب ابی بکر و ابنِ کثیر)

۱۔ (اے رسول) بے شک آپ بھی مرنے والے ہیں اور یہ بھی مرنے والے ہیں (الزمر ۳۰)

۲۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہی تو ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں کفر کی طرف واپس ہو جاؤ گے۔ اور جو شخص ایسا کرے گا۔ وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اللہ تو شکر گزار بندوں کو ہی اجر عطا فرماتا ہے۔
(آل عمران ۱۴۴)

اس وقت لوگوں کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ سورۂ آلِ عمران کی یہ آیت کسی کے ذہن میں نہیں تھی جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے اسے تلاوت کیا تو سب کو یاد آگئی۔ پھر ہر شخص کی زبان پر یہی آیت تھی (صحیح بخاری کتاب المغازی)

قرآن کریم کی جمع و تدوین اور فتنہ ارتداد کی سرکوبی کے سلسلے میں جناب صدیق رضی اللہ عنہ، کی خدمات جلیلہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں مگر مقالہ زیرِ تالیف میں صرف انہی خدمات کا تذکرہ مقصود ہے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

حضرت عمر فاروق اور قرآن :۔ جب آفتاب نبوت طلوع ہوا تو جناب فاروق رضی اللہ عنہ، بھی اُس کی ضیاء پاشیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کا اسلام لانا تھا کہ کافروں نے ان کے مکان کو گھیر لیا۔ اور کہنے لگے کہ عمر بے دین ہو گیا۔ مگر یہ شورش ہنگامی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کا وہ کچھ نہ بگاڑ سکے بلکہ ان کے اسلام لانے کے بعد سے اسلام کو غلبہ حاصل ہونا شروع ہوا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے چندماہ قبل بیس آدمیوں کی ایک جماعت نے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، بھی اس جماعت میں شامل تھے۔ (صحیح کتاب احادیث الانبیاء)

اسیرانِ بدر کے متعلق حضرت عمرؓ کا مشورہ :۔ غزوۂ بدر میں ستر کافر قید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قیدیوں کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، نے کہا فدیہ لے کر چھوڑ دیجئے۔ شاید اللہ انہیں اسلام لانے کی توفیق عطا کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خطّاب کے بیٹے تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے عرض کیا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ انہیں ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم ان کی گردنیں اُڑا دیں، عُقیل کو علی رضی اللہ عنہ، کے حوالے کیجئے۔ میرے فلاں عزیز کو میرے حوالے کیجئے تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ کیونکہ یہ لوگ کفر کے علمبردار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، کی رائے کو پسند فرمایا۔ اور فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

دوسرے دن حضرت عمرؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کیوں رو رہے ہیں۔ اگر مجھے رونا آیا تو میں بھی رو لوں۔ ورنہ آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی بنا لوں گا۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس واقعہ کی وجہ سے رو رہا ہوں جو فدیہ لینے کی وجہ سے پیش آیا۔ اللہ تعالےٰ نے فدیہ کو ناپسند کیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔
(صحیح مسلم کتاب الجہاد)

پیغمبر کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک کہ (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون نہ بہا دے تو لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو۔ اور اللہ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو جو (فدیہ) تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب نازل ہوتا" (الانفال (۶۷ - ۶۸)

اس آیت میں فدیہ لینے کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تصویب کی گئی۔ ارشاد فرمایا کہ یُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا (تم دنیا کے (فانی) اسباب پر نظر کر رہے ہو۔ فدیہ لے کر چھوڑ دینے کو حالات کے اعتبار سے بڑی بھاری غلطی قرار دیا گیا۔ حالانکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پہلو کو محض صلہ رحمی اور رحمدلی کی بنا پر اختیار کیا تھا۔ تاہم ان آیات میں سخت عتاب آمیز لہجہ اختیار کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس قولی تنبیہ کے بعد وہ عذاب جو اس طرح کی خوفناک غلطی پر آسکتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہایت قریب کر کے پیش کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی منظر کو دیکھ کر وقفِ گریہ و بکا ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سبب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے وہ عذاب پیش کیا گیا جس کا آنا ممکن تھا (تفسیر عثمانی)

وفد بنو تمیم کی آمد :۔ قبیلہ بنو تمیم کا ایک وفد رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان پر قعقاع کو امیر بنا دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ان پر اقرع کو امیر بنا دیجئے تو زیادہ مناسب ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا "تم نے میری مخالفت کے لیے یہ مشورہ دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "میری قطعاً یہ نیت نہیں تھی،، دونوں بحث کرنے لگے اور آوازیں بلند ہو گئیں۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "اے اہلِ ایمان ! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو اس طرح اُن کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو" (الحجرات ۴)

اس آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بات کرتے تو اس قدر آہستہ کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ پوچھنا پڑتا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

پردے کا مشورہ :۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "کاش آپ ازواجِ مطہرات کو پردہ کا حکم دے دیتے اس لیے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاں اچھے اور بُرے سب ہی قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار پردہ کے لیے مشورہ دیتے رہے۔

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الہٰی کا انتظار کرتے رہے، ازواجِ مطہرات رات کے وقت بستی کے باہر قضائے حاجت کے لیے جایا کرتی تھیں۔ ایک رات کو ایسا ہوا کہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنتِ زمعہ قضائے حاجت کے لیے نکلیں۔ وہ دراز قامت تھیں اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پہچان لیا۔ اور انہیں مخاطب کر کے کہا" اے سودہ رضی اللہ عنہا ہم نے تمہیں پہچان لیا" یہ بات انہوں نے اس لیے کہی کہ انہیں اس بات کی خواہش تھی کہ کسی طرح پردہ کا حکم نازل ہو جائے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی (صحیح بخاری باب آیت الحجاب وصحیح مسلم کتاب السلام)

اے ایمان والو! پیغمبر کے گھر نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو۔ یہ بات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں۔ (اور کہتے نہیں ہیں) لیکن خدا سچی بات کے کہنے سے شرم نہیں کرتا اور جب پیغمبر کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو یہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لیے بہت پاکیزگی کی بات ہے اور تم کو یہ شایانِ شان نہیں کہ پیغمبرِ خدا کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بے شک یہ خدا کے نزدیک بڑا گناہ کا کام ہے (الاحزاب ۵۳)

غزوہ مُریسیع میں شرکت: حضرت عمر رضی اللہ عنہ مُریسیع میں شریک تھے۔ اسی جنگ میں عبداللہ بن اُبی منافق نے کہا تھا۔ کہ اب ہم مدینہ جانے کے بعد ان ذلیل لوگوں یعنی مسلمانوں کو مدینہ سے نکال دیں گے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو عبداللہ کو بلا کر پوچھا اس نے انکار کیا اللہ تعالیٰ نے سورہ المنافقون کی آیات نازل فرما کر اس منافق کی تکذیب کر دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا" اے اللہ کے رسول کیا ہم اس خبیث کو قتل نہ کر دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نہیں لوگ چرچا کریں گے کہ یہ پیغمبر اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیتا ہے۔
(صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء)

ارشاد فرمایا:۔

کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے (المنافقون ۸)

الغرض حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب کی کمی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر شخص کون ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

فرمایا "ابوبکر رضی اللہ عنہ" پھر دریافت کیا گیا کہ ان کے بعد کون ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "عمر رضی اللہ عنہ" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو مخاطب کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "تم نے اپنے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا کہ اس کے مثل عمل کر کے مجھے اللہ سے ملنا تمہارے جیسے عمل کر کے ملنے سے زیادہ محبوب ہو" (صحیح بخاری مناقب ابی بکر و صحیح مسلم باب فضائل عمر)

ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے کچھ ناراض ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سمجھایا کہ تمہیں ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اللہ تم سے بہتر بیویاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کر سکتا ہے۔ ایک زوجۂ مطہرہ نے کہا "اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا رسول اللہ علیہ وسلم نصیحت نہیں کر سکتے جو تم اُن کی ازواج کو نصیحت کرتے ہو" حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تائید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

"اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو طلاق دیدے تو اللہ تعالیٰ تمہارے بدلہ میں تم سے بہتر مسلمان بیویاں ان کو عطا کر دے گا" (سورۂ تحریم - ۵)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رائے کو منظور فرما کر مقامِ ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا حکم دیا۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط (البقرۃ ۱۲۵)

اور جس مقام پر ابراہیم کھڑے ہوئے تھے اس کو نماز کی جگہ بنا لو۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ)

ایک مرتبہ یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا "تم لوگ ایک آیت پڑھتے ہو اگر ہم پر نازل ہوتی تو ہم اُس دن کو عید بنا لیتے" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سی آیت؟ انہوں نے کہا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدہ ۳)

(آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تو پہلے ہی عید کا دن ہے۔ کیونکہ وہ عرفہ کا دن تھا اور اُس روز جمعہ بھی تھا۔

قرآن اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:۔ دعوتِ اسلام کے آغاز کے کچھ ہی عرصہ بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ جب کفار کے مظالم نے شدت اختیار کی تو حضرت عثمان ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دو ہجرتیں کیں ایک مرتبہ حبشہ کی طرف اور دوسری مرتبہ مدینہ منورہ کی طرف (صحیح بخاری مناقب عثمان رضی اللہ عنہ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، غزوۂ اُحد میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند لوگوں کو ایک گھاٹی پر متعین کر دیا تھا۔ اور ان سے فرما دیا تھا کہ میری اجازت کے بغیر یہاں سے نہ ہٹنا۔ لیکن ان میں سے کچھ لوگوں نے فتح ہوتے ہی اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ اس حکم عدولی کی وجہ سے مسلمان سخت آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ اور بعض لوگ بھاگنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے عہد خلافت میں جب چند منافقین نے ان کے خلاف سازش کی تو ان کی تنقیص میں ایک بات یہ بھی کہی کہ وہ بھی جنگ احد میں بھاگ گئے تھے۔ ایک شخص اس کا تذکرہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سے کیا تو انہوں نے ان کے بھاگ جانے کو تسلیم کیا اور فرمایا کہ یہ آیت اسی ضمن میں نازل ہوئی تھی۔ "وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ" (بے شک اللہ نے ان لوگوں کو معاف کر دیا۔ یقیناً اللہ بخشنے والا بُردبار ہے۔ (آل عمران۔ ۱۵۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ، نے فرمایا اللہ نے تو معاف کر دیا لیکن تم معاف کرنے کے لیے تیار نہیں اس پر وہ لاجواب ہو گیا۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی)

بیعتِ رضوان :۔ جب کفارِ مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرہ کرتے سے روک دیا تو ان سے گفتگو کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کو مکہ بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کو اس لیے منتخب کیا کہ مکہ والے ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے مکہ جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لیے بیعت لی۔ تمام لوگوں نے بیعت کی حضرت عثمان کیونکہ موجود نہ تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اس کو اپنے بائیں ہاتھ پر مار کر فرمایا یہ عثمان رضی اللہ عنہ، کی بیعت ہے"۔ (صحیح بخاری باب مناقب عثمان)

قرآن میں اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا :۔

"لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"

(بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے (سورہ الفتح ۱۸)

یعنی بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والوں سے اللہ تعالےٰ راضی ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، سے بھی اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، کے عہدِ خلافت میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، غفاری ملک شام میں اقامت گزیں تھے۔ ان میں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، میں مندرجہ ذیل آیت کے سلسلہ میں

کچھ اختلاف ہوگیا۔

وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ‹‹ (التوبۃ - ۳۴)

جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اُس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے ۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ ہمارے اور اہلِ کتاب دونوں کے متعلق نازل ہوئی ہے ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ان کی شکایت لکھی کہ وہ مال جمع کرنے کو قطعاً ناجائز کہتے ہیں ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ مدینہ منورہ آجائیں ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آگئے ۔ مدینہ منورہ میں لوگ ان کے پاس کثرت سے آنے جانے لگے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا انہوں نے پہلے کبھی ان کو دیکھا ہی نہیں تھا ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پریشان ہوکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اگر تم چاہو تو قریب ہی کہیں منتقل ہو جاؤ ۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ رَبَذَہ نامی جگہ میں منتقل ہوگئے (صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ)

جمع قــران :۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زریں کارنامہ جمع قرآن ہے ۔ حضرت حُذیفہ بن یمان آرمینیا اور آذربیجان کی جنگوں میں شریک تھے ۔ انہوں نے" کہا کہ لوگ قراءت قرآن میں اختلاف کرتے تھے ۔ حضرت حُذیفہ رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر گھبرا گئے ،

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا اے امیر المومنین اس امت کی خبر لیجیے اس سے پہلے کہ یہ لوگ یہود و نصاریٰ کی طرح قرآن میں اختلاف کرنے لگیں ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے قرآن مجید کا وہ نسخہ منگوایا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سے ان کی تحویل میں تھا ۔ حضرت عثمان نے عبداللہ بن زبیر ، حضرت زید بن ثابت ، حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کو نقلیں کرنے کا حکم دیا ۔ ان حضرات نے قرآن مجید کے کئی نسخے تیار کئے ۔ ان میں سے ایک ایک نسخہ ہر صوبہ کو بھیج دیا گیا ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ قرآن مجید ان نسخوں کے مطابق پڑھا جائے اور وہ نسخے جو ان کے مطابق نہ ہوں ان کو تلف کر دیا جائے ۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر وقت دانشمندی سے کام لے کر ملتِ اسلامیہ میں پیدا ہونے والے فتنہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ۔ (صحیح بخاری کتاب فضائل قرآن)

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ حضرت عثمان شہید ہوں گے ۔ چنانچہ آپ

کا فرمان درست ثابت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا اے منافقین تم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا اُس پر اگر اُحد کا پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائے تو کچھ بعید نہیں (صحیح بخاری ابواب المناقب)

حضرت علی اور قرآن:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد اور داماد بھی تھے۔ ان کے والد جناب ابو طالب اگرچہ ایمان نہیں لائے۔ مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت میں تا زندگی سینہ سپر رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آغازِ اسلام ہی میں ایمان لے آئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں حسب ذیل اشارے ملتے ہیں۔

غزوۂ بدر میں شرکت:۔ حضرت علی رضی اللہ علیہ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ پہنچے۔ کفر و اسلام کے مابین بدر کے مقام پر جو پہلا معرکہ ہوا۔ اس میں شریک ہوئے۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہو گئیں تو کفار کی طرف سے شیبہ بن ربیعہ، عُتبہ اور ولید بن عُتبہ میدان میں آئے اہل اسلام کی طرف سے حضرت حمزہ، حضرت علی، حضرت عُبَیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم مقابلہ کے لیے نکلے۔ ان مقابلہ کرنے والوں کی شان میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ (صحیح بخاری صحیح مسلم کتاب التفسیر)

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ (الحج ۱۹)۔

یہ دو فریق ایک دوسرے کے دشمن اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑتے ہیں تو جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کیے جائیں گے۔

ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا تم نماز تہجد نہیں پڑھتے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہمارے نفس اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جب وہ چاہتا ہے ہمیں اُٹھا دیتا ہے" یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ واپسی کے وقت آپ اپنی ران پر ہاتھ مار کر یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)

وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا (الکھف ۵۴)

بے شک انسان بڑا جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، فاطمہ، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کو ایک چادر میں لے کر فرمایا: "اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی" (اے اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں)، اسی ضمن میں مندرجہ ذیل

آیت نازل ہوئی۔ گو آیت کا نزول بظاہر ازواج مطہرات کے حق میں ہوا اور ان ہی سے تخاطب ہو رہا ہے۔ مگر یہ حضرات بھی بطریق اولیٰ اس لقب کے مستحق اور فضیلت تطہیر کے اہل ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ (صحیح مسلم باب فضائل اہل البیت)

"اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (الاحزاب ۳۳)

اے پیغمبر کے اہل بیت خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔

یعنی اللہ کا یہ ارادہ ہے کہ نبی کے گھر والوں کو ان احکام پر عمل کروا کر خوب پاک وصاف کر دے اور ان کے مرتبہ کے موافق ایسی اخلاقی وقلبی صفائی عطا فرمائے جو دوسروں سے ممتاز ہو۔ تطہیر سے مراد تہذیب نفس، تصفیۂ قلب اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو اولیاء اللہ کا حاصل ہوتا ہے۔ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا۔ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ صحیح مسلم باب فضائل اہل البیت وتفسیر عثمانی)

حضرت علیؓ کی مدح صحابہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محامد ومحاسن سے کتب حدیث لبریز ہیں آپ کی سیرت وحیات کا نمایاں پہلو آپ کی وسعت ظرف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ روابط محبت ومودت کا استوار کرنا ہے۔ جس کے عین برخلاف آج کل صحابہ کے ساتھ ان کی عداوت وعناد کے افسانے تراشے گئے ہیں۔ میرے خیال میں مدح صحابہ وخلفاء راشدین کی مدح میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چند کلمات تحسین کا نقل کرنا بعید از قیاس نہ ہوگا۔

کہاں ہیں وہ لوگ جن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو انہوں نے اسے قبول کر لیا۔ قرآن پڑھا تو اسے مضبوطی سے پلے باندھ لیا۔ جب لڑائی کے لیے پکارا گیا تو والہانہ میدان جنگ کی طرف چل پڑے جس طرح ماں اپنے شیرخوار بچے کی طرف بھاگتی ہے۔ تلواریں نیام سے نکال لیں۔ کچھ موت سے ہمکنار ہوئے، کچھ بچے رہے۔ نہ زندگی کو زندہ رہنے کی بشارت دی گئی نہ مرنے والوں کا افسوس کیا۔ آنکھیں رو رو کر سفید ہو گئیں۔ روزے رکھ رکھ کر پیٹ سکڑ گئے۔ دعا مانگتے ہوئے لب پژمردہ ہو گئے۔ بیدار رہنے سے آنکھیں زرد ہو گئیں۔ ان کے چہروں پر گرد پڑی ہے جیسے اللہ سے ڈرنے والوں کے چہرے پر ہوتی ہے۔ یہ تھے میرے بھائی جو خدا کے حضور پہنچ گئے۔ اس لیے ہمارا حق ہے کہ ہم ان کی جدائی میں الم ورنج سہیں۔ (نہج البلاغۃ تحقیق صبحی صالح ص ۱۷۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے احباب سے فرمایا۔
"میں تمہیں اصحاب رسولؐ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ انہیں گالی نہ دو وہ تمہارے نبیؐ کے صحابہ ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے رفیق تھے جنہوں نے دین میں کوئی بدعت نہیں نکالی اور نہ ہی کسی بدعتی کا احترام کیا۔ ہاں! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صحابہ کے بارے میں یہ وصیت فرمائی تھی" حیاۃ القلوب للمجلسی جلد دوئم صـ ۶۲۱)
اثناء عشریہ کے گیارہویں امام حسن عسکری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
"جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آل و اصحاب یا ان میں سے کسی ایک سے بغض و عداوت رکھتا ہو اللہ تعالےٰ اُسے اس قسم کا عذاب دے گا کہ اگر اسے ساری مخلوقات پر تقسیم کر دیا جائے تو ان سب کو ہلاک کر دے۔" (تفسیر حسن عسکری صـ ۱۹۶)
غرض یہ کہ خلفائے راشدین کی سیرت و حیات بالخصوص اور حضرات صحابہ کی پاکیزہ زندگی بالعموم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی کامیابی کی زندہ دلیل ہے۔ آپ کی بعثت نے انسانیت کو نئی زندگی، نئی روشنی، نئی لیاقت، نئی حرارت، نیا ایمان نیا یقین اور نیا معاشرہ عطا کیا۔ آپ داعی الی اللہ اور سراج منیر بن کر آئے تھے کہ ساری دنیا کو روشن کر دیں۔ آپ کی دعوت کی کامیابی کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو ابوبکر، عمر اور عثمان و حیدر (رضوان اللہ علیہم) دیئے۔ جنہوں نے اپنے اخلاقِ جلیلہ و جمیلہ کی برکت سے اسلام کی اکنافِ ارضی تک پھیلا دیا اور جن کی مدح و توصیف اعداءِ اسلام بھی کرتے چلے آئے ہیں۔ اگر ہم حضرات صحابہ کی زندگی میں کیڑے نکالتے اور ان کو مجموعۂ نقائص و معائب سمجھتے ہیں۔ تو ماننا پڑے گا کہ سید الرسل فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن میں اس حد تک ناکام رہے کہ اپنے قریبی احباب و رفقاء کو بھی دولت ایمان و ایقان سے بہرہ ور نہ کر سکے۔
حق یہ ہے کہ خلفاء راشدین کی مدح و توصیف کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اسی پر اکتفا کر رہا ہوں۔

حقّی بیانِ شوق بپایاں نمی رسد
کوتاہ ساز قصۂ زلفِ دراز را